مخدوم گرامی

مولانا محمد اسحٰق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد سلیم چنیوٹی ہفت روزہ الاعتصام لاہور

22 دسمبر 2015ء ربیع الاول 1437ھ کی دس تاریخ کا دن مؤرخ اہل حدیث' باغ و بہار شخصیت مخدوم گرامی حضرت مولانا محمد اسحٰق بھٹی رحمۃ اللہ کی وفات کا دن ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون یقیناً دنیا میں آنا یہاں سے جانے کی تمہید ہے۔سو ہمارے یہ بزرگ جنہوں نے ایک بھرپور زندگی پائی اور کم و بیش 92 برس اس جہان رنگ و بو میں گذارے۔

اکابرین اہل حدیث حضرت سید محمد داؤد غزنوی' شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی' شیخ الحدیث حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور ممتاز دانشور مولانا محمد حنیف ندوی جیسے اساطین علم و قلم انکے دور کی یادگار ہستیاں تھیں۔جن میں ان کے یہ شب و روز گزرے اور ان سے علم و فضل کی بہاریں دیکھتے رہے اور انہوں نے ان بزرگوں کے دور میں ہی لکھنے کا آغاز کیا اور الاعتصام جیسے جریدے کے ایڈیٹر رہے۔ازاں بعد انہوں نے ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کا رخ کیا۔یہاں بھی بہت سا علمی و تحقیقی کام سرانجام دیا۔

راقم کی سب سے پہلی ملاقات 91ء میں ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور آفس میں ہوئی۔ الاعتصام کے نائب مدیر جناب علیم ناصری علیہ الرحمہ نے راقم کو ایک خط موصوف کو پہنچانے کا فرمایا تو ادارہ ثقافت میں آپ ایک میز سجائے اپنے قلمی امور انجام دینے میں مصروف تھے۔انہیں لکھتا ہوا دیکھ کر میں کھڑا ہو گیا اور ان کی نگاہیں اٹھنے کا منتظر بھی......!

جب موصوف نے میری طرف دیکھا تو فرمانے لگے۔جی آپ نے کن سے ملنا ہے اور کیسے تشریف لائے میں نے کہا۔جناب ہفت روزہ الاعتصام کے دفتر سے آیا ہوں اور جناب علیم ناصری صاحب نے یہ خط جناب مولانا اسحٰق بھٹی صاحب کو دینے کے لیے بھیجا ہے۔نیز فرمایا

آپ نے اسحٰق بھٹی کو دیکھا ہوا ہے۔ میں نے کہا جی ابھی تک نہیں تو آپ کرسی سے اٹھے اور فرمایا' میں ہی اسحاق بھٹی ہوں اور اپنی میز کے دائیں طرف رکھی تین کرسیوں کی طرف اشارہ فرمایا کہ تشریف رکھیے۔

اس پہلی ملاقات میں ہی انہوں نے گرم گرم چائے اور بسکٹ سے تواضع فرمائی اور بڑی اچھی گفتگو بھی کی مولانا محمد اسحٰق بھٹی علیہ الرحمہ ایک باغ و بہار شخصیت تھے۔ اکثر اوقات لکھتے لکھاتے رہتے ہفت روزہ الاعتصام سے ریٹائرمنٹ کے بعد بھی انہوں نے ہمیشہ رابطہ رکھا اور اپنی تحریریں اکثر الاعتصام ہی کے لیے ارسال فرماتے رہے۔ دارالدعوۃ السّلفیہ کی ورکنگ باڈی (مجلس عاملہ) کے یہ نائب صدر بھی تھے۔

مخدوم گرامی کے راقم کے ساتھ بڑی محبت وشفقت کے سلوک رہے۔ علمائے کرام' اکابرین اور اہل حدیث کے بیشتر اصاغر کے حالات وواقعات بھی انہوں نے اپنے قلم سے تحریر فرمائے' کئی ایک علمائے کرام کی تاریخ وفات' تاریخ پیدائش اور ان کے بارے دیگر معلومات کے لیے راقم کو دفتر الاعتصام میں فون کرتے۔ چونکہ ان کی سماعت کچھ کمزور تھی۔ بعض دفعہ ٹیلی فون پر میں انہیں کچھ بتاتا اور انہیں سمجھ کچھ اور آتی تو اصل موضوع سے ہٹ کر دلچسپ باتیں بھی ہوجایا کرتیں بعد میں جب آمنا سامنا ہوتا تو دونوں بڑے محظوظ ہوا کرتے تھے۔

ان کے قلم کی روانی اور تصنیفی وتالیفی سرگرمیاں کبھی ماند نہ پڑتی تھیں۔ کچھ نہ کچھ لکھتے ہی رہتے تھے۔ مرحوم کی وفات کا سنا تو انکے گھر میں پہنچے انہیں غسل وکفن کی سعادت بھی نصیب ہوئی' راقم نے نوٹ کیا کہ ان کے داہنے ہاتھ کا انگوٹھا انگشت شہادت کے ساتھ اس طرح جڑا ہوا تھا کہ ایسے لگا کہ اب بھی کچھ لکھتے معلوم ہورہے تھے۔ بعداز غسل مخدوم گرامی کا چہرہ کھل اٹھا' میں نے اپنی جیب سے کنگھی نکالی اور ان کے سر اور ریش مبارک کو کنگھی سے سنوارا۔

مرحوم کی میت کو فلاح انسانیت ایمبولینس میں لے کر ہم ناصر باغ لاہور پہنچے تو یہاں کثیر تعداد میں علمائے کرام' شیوخ الحدیث' طلبائے مدارس' دینیہ اور سماجی' کاروباری شخصیات موجود تھیں۔ جو انہیں اپنی دعاؤں سے نواز رہی تھیں۔

مخدوم گرامی مولانا بھٹی رحمہ اللہ نامور ادیب' مورخ تو تھے ہی لیکن اس کے ساتھ

ساتھ ایک ہنس مکھ اور مرنجاں مرنج طبع بھی تھے۔

یادداشت ان کی بڑی اچھی تھی برس ہا برس پرانے واقعات کو بڑی روانی سے بیان کرتے تھے۔ بڑے بڑے لوگوں سے انکی ملاقاتیں رہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد' سید عطاء اللہ شاہ بخاری' سید ابوالاعلیٰ مودودی' شورش کاشمیری' میاں طفیل محمد' میاں محمود علی قصوری' مولانا نصر اللہ خان عزیز' علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید' میاں فضل حق' مولانا محی الدین لکھوی' مولانا معین الدین لکھوی اور خاندان لکھویہ کے بزرگ حضرت مولانا محمد علی لکھوی مدفون مدینہ منورہ علیہم الرحمہ سے ان کی ملاقاتیں رہیں۔ حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب جو جماعت اہلحدیث کے عارف باللہ بزرگ ہیں۔ ان کے پاس بھی مخدوم گرامی کا آنا جانا رہا تھا۔ اور ان سے انہوں نے روحانی وظائف اور اوراد' بھی حاصل کیے تھے۔

ایک دلچسپ بات یہ ہوئی کہ حضرت عارف باللہ صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی سوانح و حالات پر انہوں نے جب کتاب کی تکمیل کی جیسے المکتبہ السّلفیہ نے شائع کیا۔ تو راقم ان کے دولت خانے پر (جسے حضرت مخدوم گرامی ہمیشہ ''فقیر خانہ'' فرمایا کرتے تھے) حاضر ہوا۔ میں نے کہا۔ حضرت آپ کے ہاتھوں حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ کی سوانح پایہ تکمیل کو پہنچی ہے۔ صد مبارک باد' لیکن میں ایک غرض سے حاضر خدمت ہوا ہوں' کہ اب اس جہاں میں حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ جیسی پاک باز ہستی تو موجود نہیں جن سے دعا کرائی جاسکے۔ میں ایک دعا کے لیے آیا ہوں۔ میں نے ان کو گوش گذار کیا کہ اللہ کریم نے اڑھائی مرلے کا ایک پلاٹ عنایت فرمایا ہے۔ اب اس کے تعمیری مراحل درپیش ہیں اور حضرت صوفی صاحب کی کئی کرامات آپ نے کتاب میں ذکر فرمائی ہیں آپ کے ہاتھوں دعا کی درخواست کے لے حاضر ہوا ہوں کہ میرا مکان تعمیر ہو جائے میری طرف انہوں نے غور سے دیکھا اور مسکرائے اور فرمانے لگے۔

اچھا...... تم دعا کرانے آئے ہو کہ سلیم کا مکان بن جائے...... پھر کچھ دیر بعد بازو سے کپڑا اٹا نکنا شروع کیا اور فرمانے لگے میں اندر سے وضو کر کے آتا ہوں اور بعد میں تم بھی وضو کر لینا۔ انہوں نے وضو کے بعد میرے مکان کی تعمیر کے لئے بڑے خشوع وخضوع سے دعا فرمائی۔ پنجابی' اردو اور عربی الفاظ میں انہوں نے دعا کی کہ مجھے یقین ہو گیا کہ ان شاء اللہ

کریم مکان بنا دے گا۔

الحمد للہ کچھ ہی دنوں بعد مکان کے تعمیری اسباب مہیا ہونے لگے اور آبائی مکان جو چنیوٹ میں تھا کا حصہ بھی مل گیا۔ اللہ نے مخدوم گرامی کی دعا میرے حق میں قبول فرمالی۔ **اللھم اغفر له وارحمه**

مخدوم گرامی علیہ الرحمہ کثیر التصانیف تھے۔ انہوں نے کئی ایک بزرگوں اور دوستوں کے حالات بلاتفریق مسلک و مشرب تحریر فرمائے۔

جماعت اہل حدیث کے عظیم مناظر و عالم مولانا احمد الدین گکھڑویؒ پر انہوں نے بڑی تفصیلی کتاب تحریر فرمائی تو ان کے بارے سب سے پہلے میں نے ایک مضمون تحریر کیا اور بعد میں اس کتاب کا اشتہار الاعتصام میں شائع کرایا گیا۔ فضیلۃ الشیخ مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ نے اس کتاب کی اشاعت میں بڑی دلچسپی لی۔ یوں یہ کتاب دو دفعہ زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ پر بھی کتاب تحریر فرمائی۔ تو راقم نے ان کے لیے معلومات جمع کرنے میں بھرپور تعاون کیا۔ کئی جگہ میری معلومات اور میرا نام بھی حضرت نے تحریر فرمایا۔ یہ میرے لیے فخر کی بات ہے دارالدعوۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور کے بانی حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ کے یہ اولین شاگردوں میں سے تھے۔ ادارے سے ان کی محبت تادم آخر رہی۔

16 دسمبر 2015ء کو ادارے کی میٹنگ میں تشریف لائے تو ان کی طبیعت مضمحل سی تھی۔ 20 دسمبر 2015ء کو طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو ان کے برادر اصغر جناب سعید احمد بھٹی نے انہیں میو ہسپتال میں داخل کرایا۔ یہاں پہلے تو افاقہ محسوس ہوا۔ مگر پیغام اجل یعنی وقت موعود آنے پر اپنے اللہ کے حضور پیش ہو گئے۔ خدا رحمت کند بندۂ پاک طینت را۔ مجلّہ ترجمان الحدیث فیصل آباد میں بزرگوں' کالم نگاروں اور کئی ایک نامور لوگوں کے مضامین کے جھرمٹ میں راقم نے بھی یہ چند سطور مخدوم گرامی پر ارسال کیں ہیں۔ دعا ہے اللہ کریم حضرت مخدوم گرامی کے درجات بلند فرمائے۔ اور ان کا معاملہ بہتر فرما کر جنت الفردوس عطا کرے آمین یارب العالمین۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ ......کچھ یادیں کچھ باتیں

عبدالمجید محمد حسین بلتستانی کراچی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔

حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ جو اس عہد کے عظیم تاریخ دان' مصنف' مؤلف تھے جن کے اشہب قلم نے کئی گمنام لوگوں کو زینت کتاب بخشا اوران کو کارناموں کے حوالہ قرطاس کر کے اس عہد میں بسنے والے انسانوں کو ان کے بارے میں بھرپور معلومات فراہم کیں' یہ یقیناً ان کی عظیم خدمت ہے اور آخر وقت تک اس خدمت کو انجام دیتے ہوئے اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ رحمہ اللہ 15 مارچ 1925ء کو مشرقی پنجاب کی سابق ریاست پٹیالہ کے ایک گاؤں ''ہنڈائیہ'' میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم وتربیت میں ان کے دادا میاں محمد مرحوم کا بڑا عمل دخل تھا' حضرت بھٹی صاحب نے اپنی خودنوشت ''گزر گئی گزران'' میں اس حوالے سے کافی کچھ لکھا ہے انہی کے حوالے سے ان کے دادا مرحوم کی تربیت کے چند پہلو بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔ بھٹی صاحب لکھتے ہیں ''ایک دن میں چارپائی پر بیٹھا پاؤں ہلا رہا تھا انہوں نے دیکھا تو فرمایا؛ پاؤں نہیں ہلانے چاہئیں اس طرح کرتے ہوئے آدمی برا لگتا ہے'' (گزر گئی گزران' ص 42)

بڑوں کے احترام کے حوالے سے انہیں نصیحت کی ''اپنے سے بڑے سے کھڑے ہو کر مصافحہ کرو بیٹھے بیٹھے مصافحے کے لیے ہاتھ اس کی طرف نہ بڑھاؤ ایسا کرنا بے ادبی ہے''

بچوں میں انصاف کے پہلو کو بھی ان کے دادا مرحوم نے ترک نہ کیا' اور سادگی کی بھی نصیحت کرتے چنانچہ بھٹی صاحب لکھتے ہیں ''ایک مرتبہ عید کے موقع پر میں اپنے دادا کے حکم کے

مطابق اپنے اور چھوٹے بھائی بہنوں کے لیے بازار سے کپڑا لایا۔ ہمارے گھر کے سامنے گلی میں چند عورتیں بیٹھی تھیں۔ انہوں نے مجھے آواز دے کر بلایا اور پوچھا کہ کیا لائے ہو میں نے وہ کپڑے انہیں دکھائے۔ تو وہ بہت خوش ہوئیں اور میرے خریدے ہوئے کپڑوں کا بھاؤ پوچھ کر کہا یہ بہت اچھے کپڑے ہیں اور سستے بھی ہیں۔ ان میں سے کوئی کپڑا تین آنے گز تھا' کوئی چار آنے گز کا' البتہ میری قمیص کا کپڑا سات آنے گز کا تھا۔ میرے دادا کپڑے' دیکھ کر خوش ہوئے لیکن ساتھ ہی میرے سات آنے گز کے کپڑے کے متعلق انہوں نے مجھے ڈانٹا۔ میں نے ان عورتوں کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ انہوں نے تو اسے پسند کیا ہے۔ فرمایا تم نواب ہو کہ چھوٹوں کے لیے سستا کپڑا لائے ہو اور اپنے لیے اتنا مہنگا۔ جاؤ اسے واپس کر کے سستا کپڑا لاؤ۔ چنانچہ میں دوبارہ بازار گیا اور سات آنے والا کپڑا واپس کر کے اپنے لیے تین آنے گز کا کپڑا لایا'' (گزر گئی گزران' ص 41-42)

اس سے اندازہ کیجئے کہ حضرت بھٹی صاحب مرحوم کے دادا محترم نے کس انداز میں اپنے پوتے کی تربیت کی جبکہ وہ بالکل چھوٹی عمر کے تھے ان کے دادا مرحوم کی وفات 1939ء میں ہوئی اس وقت بھٹی صاحب کی عمر چودہ سال تھی۔

ان کے اساتذہ کرام نے بھی ان کی بہترین تربیت کی انہیں اپنے دور کے جلیل القدر اساتذہ سے شرف تلمذ رہا ہے۔' استاذ الاساتذہ حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ' حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ' حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ جیسے اساطین علم وعمل کی صحبت انہیں میسر رہی۔ جن کی تربیت نے انہیں قیمتی گوہر بنا دیا۔ وہ واقعی اس عہد میں گوہر نایاب تھے۔

اپنے متعلق حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کا یہ جملہ لکھتے ہیں۔

''حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف مجھے فرمایا کرتے تھے کہ جو اچھا کام تم کر رہے ہو' یہ بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے' ورنہ جو کچھ تم ہو' میں اسے خوب جانتا ہوں'' (گزر گئی گزران' ص 43)

اس عاجز کو بھی ان کے ساتھ ایک عقیدت کا تعلق تھا ان کی زیارت کے مواقع دو مرتبہ میسر آئے' پہلی بار ان کی زیارت 2006ء میں نصیب ہوئی' عصر کے بعد ان کے گھر واقع سانده

لاہور حاضر ہوا ان کی زیارت کی' یہ جون کا مہینہ تھا موسم کے مطابق مشروبات بارده سے تواضع کی' اور ان سے اپنی ایک ڈائری پر "آٹو گراف" لیا (تلاش بسیار کے باوجود وہ ڈائری نہ مل سکی' ورنہ ان کے لکھے ہوئے الفاظ کو میں یہاں درج کرتا) دوسری بار 2011ء میں ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ البتہ خطوط اور ٹیلی فون کے "وسیلے" سے آخری وقت تک رابطہ رہا ہے۔

2006ء کو جب میں تعلیم کے سلسلے میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ چلا گیا تو وہاں جا کر بھی ٹیلی فون اور خطوط کا یہ سلسلہ قائم رہا۔ میں اکثر ہفتہ عشرہ بعد انہیں فون کیا کرتا تھا میرے بعض خطوط کے جواب جامعہ اسلامیہ کے پتے پر بھی دیئے۔ فون پر ان سے طویل گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ایک بار انہوں نے مجھے خود میرے سعودیہ کے نمبر پر کال بھی کی تھی۔

ان کی مزاح کی حس بڑی اعلیٰ وعمدہ تھی' مجھے یاد ہے کہ ایک بار میں نے انہیں لاہور کے ایک مقام چوک یتیم خانہ سے فون کیا (ملاقات کی غرض سے ان کے گھر کا پتا پوچھنا تھا) عرض کیا کہ چوک یتیم خانے سے فون کر رہا ہوں تو فرمانے لگے کہ "افسوس کہ اس عمر میں تم یتیم خانے پہنچ گئے۔"

دوسری بار 21 جون 2011ء کو جب جامعہ اسلامیہ سے سالانہ چھٹیوں پر پاکستان آنا ہوا تو بلتستان جاتے ہوئے ان سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا میں ان کے لیے آب زم زم اور عجوہ کھجور بطور تحفہ لے کر گیا تھا جسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے (اس ملاقات کے موقع پر میرے دوست الشیخ عبدالعزیز بن عبدالواحد فاضل مدینہ یونیورسٹی وحال مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد بھی ساتھ تھے) ان سے کافی طویل مجلس رہی مختلف امور پر خوب گفتگو ہوئی ان دنوں میں نے ان کی کتاب ہفت اقلیم کا مطالعہ کیا تھا اس میں موجود ایک "ناقابل نوشت لطیفہ" (سریفو والا) کے بارے میں دریافت کیا جو انہوں نے بڑے دلچسپ پیرائے میں سنایا' ان کے سنانے کا انداز ہی لطف دے گیا جس سے علم ہوا کہ بھٹی صاحب مرحوم "فنون لطیفہ گوئی" کے اسلوب سے بہ خوبی واقف ہیں اور اس باب میں وہ آپ ہی "امام" کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور ہماری انہوں نے خوب خاطر مدارت کی دوپہر کا کھانا کھلائے بغیر جانے نہ دیا' وہ واقعی مہمان نواز' ملنسار زندہ دل' خوش طبع آدمی تھے۔

اس مجلس میں انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جب ان سے کوئی اہل حدیث اہل علم ملاقات

کے لیے آتے ہیں تو بے چارے اکیلے آ رہے ہوتے ہیں اور جب کسی غیر اہل حدیث اہل علم کی آمد ہوتی ہے تو ان کے ساتھ ان کے متعلقین وخدام کا مکمل ''پروٹوکول'' ہوتا ہے' اور پھر فرمانے لگے کہ یہ ہے ہمارے لوگوں کے ہاں اہل علم کی ''قدر'' اور سلوک!!!

میں جب بھی انہیں فون کرتا ان سے ان کے قلمی کاموں کے بارے میں دریافت کرتا وہ بڑی تفصیل سے ان کاموں کے بارے میں بتاتے۔ میرے پاس دو چار کتابوں (الفہرست ابن ندیم' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' لسان القرآن جلد سوم' ترجمہ ریاض الصالحین) کے علاوہ باقی تمام کتب موجود ہیں۔ وللہ الحمد۔ (مؤخر الذکر کتاب میں نے چیلو بلتستان کی ایک پبلک لائبریری میں دیکھی تھی۔ اس وقت مجھے علم ہوا کہ محترم بھٹی صاحب نے ریاض الصالحین کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ اور اس کا ذکر میں نے بھٹی صاحب سے بھی کیا تھا) میں نے ان کی کتب کا بڑے شوق وانہماک سے مطالعہ کیا ہے' ان کی کتب سے سب سے پہلے تعارف دور طالب علمی میں ہوا جب میں دار العلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ (ضلع فیصل آباد) میں پڑھتا تھا اس وقت ان کی دو کتابیں (بزم ارجمنداں اور نقوش عظمت رفتہ) مطالعہ کے لیے میسر آئیں اس کے بعد سے ان کی ساری کتابیں نہایت اہتمام سے خریدیں' حضرت بھٹی صاحب مرحوم کی کتب کی بدولت مجھے علماء کی سوانح عمری کی طرف رغبت ہوئی اور اس موضوع سے متعلق کتب کو خریدتا اور مطالعہ کرتا ہوں' دوران مطالعہ کئی ایک کتابوں میں درج کمپوزنگ کی غلطیاں نوٹ کر کے انہیں لکھ کر بھیجیں' جس پر وہ بہت خوش ہوئے۔ میرے نام بھیجے گئے خطوط میں بھی انہوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کا تذکرہ انہوں نے گلستان حدیث میں بھی کیا ہے ان کی شائع ہونے والی کوئی بھی نئی کتاب خریدتا اور اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انہیں فون کرتا تو مجھ سے اپنی کتاب کے بارے استفسار کرتے کہ تمہیں میری کتاب کیسی لگی؟ یہ ان کے اعلیٰ ظرفی کی دلیل ہے کہ وہ مجھ جیسے کم علم بے عمل آدمی سے اپنی کتاب کے متعلق پوچھ رہے ہیں اب بھلا میری کیا حیثیت کہ میں ان کی کتاب پر کوئی ''رائے زنی'' کروں۔

چہ نسبت خاک رابعالم پاک کجا ذرہ کجا آفتاب

ایک کتاب ''تذکرہ مولانا احمد الدین گکھڑوی'' اور ایک اور کتاب (مولانا ثناء اللہ امر